حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

از قلم: محمد زبیر عبدالمجید بیڑ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سرحدِ شام تیس ہزار لشکر جرّار سے چرچرا رہی تھی جو عیسائیوں کے متوقع حملہ کو ملکِ شام کی سرحد ہی پر روک دینے کے لیے خیمہ زن تھا، گرمیوں کا موسم تھا، رات کے اخیری پہر میں رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی لشکر سے کچھ پیچھے کی جانب ہٹی، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک صحابی مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کی گردن پر ہاتھ مارا تو وہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہو لیے، تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی کو بٹھایا اور خود پیدل چلنے لگے؛ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان صحابی رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، کچھ دیر کے بعد واپس تشریف لائے، مٹی سے ہاتھوں کو ملا اور مغیرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا تمہیں کوئی حاجت ہے؟ عرض کیا جی نہیں! پھر پوچھا: پانی ہے؟ انہوں نے جواب دیا: جی حضور! یہ کہہ کر اپنے کجاوے کی پچھلی جانب سے ایک مشک لے آئے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کروایا، پھر جب لشکر کی جانب واپس لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدمِ موجودگی کی بنا پر لوگوں نے ایک شخص کو اپنا امام بنالیا ہے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں یہ دیکھ کر فوراً ان صحابی رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خبر دینے کے لیے آگے بڑھنے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام لیا اور منع فرمایا اور خود سردارِ کل جہاں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی اقتدا میں نیت باندھ لی، میں نے بھی ویسا ہی کیا، پھر جب لوگ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم دونوں اپنی مسبوقہ نماز کو پوری کرنے کے

لیے کھڑے ہو گئے، لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر گھبرا گئے کہ امامِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہیں اور ہم فارغ ہو گئے، اسی گھبراہٹ میں لوگوں نے تسبیح پڑھنا شروع کر دیا، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں سے فرمایا کہ: قد اصبتم (ٹھیک کیا تم نے) پھر فرمایا: مَا قُبِضَ نَبِیٌّ حَتّٰی صَلّٰی خَلْفَ رَجُل صَالِحٍ (کسی نبی کی وفات اس وقت تک نہیں ہوئی جب تک کہ اس نے اپنی امت کے کسی نیک صالح مرد کے پیچھے نماز نہ پڑھی ہو) یہ کون شخص تھا جس کو وہ مرتبہ ملا، وہ مقام ملا، وہ درجہ ملا جس کا سہیم اور شریک کوئی نہیں کہ پیغمبرِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہوں نے انبیا کی امامت کی، ان کی امامت کا شرف حاصل ہوا؟ یہ تھے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ، یہ وہی صحابی تھے جن کے بارے میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عبدالرحمن بن عوف فی الجنۃ جی ہاں! یہ تھے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جن کے سامنے دنیا کھول کھول کر رکھ دی گئی؛ لیکن دنیا ان کو ''رحمن'' سے دور کیا کرتی؛ بلکہ خود ان کو ''عبدالرحمن'' سے ''تاجرالرحمن'' بنا دیا۔ (طبقات ابن سعد ۲۳۰/۳)

نام ونسب

حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے قیدار کی اولاد میں ایک شخص عدنان پیدا ہوئے، عدنان کی اولاد بنی اسماعیل کے تمام مشہور قبائل پر مشتمل ہے، عدنانی قبائل میں ایاد، ربیعہ اور مضر بہت مشہور ہوئے ان میں بھی ربیعہ اور مضر زیادہ نامور ہیں، شرف اور عزت میں یہ دونوں ایک دوسرے کے مدِّ مقابل تھے، قبائلِ مضر کے

مشہور قبیلہ میں کنانہ بن فہر بن مالک تھے جن کو قریش بھی کہتے تھے، قریش کی اولاد میں بہت سارے قبائل ہوئے جن میں بنی سہیم، بنی مخزوم، بنی تمیم، بنی عدی، بنی عبدالدار، بنی زہرہ اور بنی عبد مناف زیادہ مشہور ہوئے۔ (تاریخ اسلام ۱/ ۴۵) ان ہی مشہور قبائل میں سے زہرہ کی چوتھی پشت سے ۴۳ قمری اور ۵۸۱ء میں ایک لڑکے کی ولادت ہوئی، اہلِ خانہ نے اس لڑکے کا نام عبدِ عمرو رکھا۔ یہ گھرانہ مسجدِ حرام کے پڑوس ہی میں مقیم تھا، اسلام میں ان کو ''عبدالرحمن'' سے پکارا گیا، آپ کے والد عوف اور آپ کی والدہ شفاء تھی۔ (فضائل الصحابہ رضی اللہ عنہم)

حلیہ

آپ کی شخصیت باوقار اور وجیہ تھی، اونچا قد، خوبصورت چہرہ، آنکھیں بڑی بڑی، حسین لانبی لانبی سیاہ پلکیں، خوبصورت ناک، گردن لمبی، نرم جلد، رنگت بہت صاف، بھرے گوشت کی انگلیاں، پُر گوشت ہتھیلیاں، زلف کے بال لمبے گھنے تھے، سینہ کسی قدر ابھرا ہوا تھا، داڑھی اور سر کا رنگ بدلتا نہیں تھا اور کبھی خضاب استعمال نہیں کیا، آپ پر بڑھاپے کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا، صاف طور پر چہرے سے وجاہت ٹپکتی تھی جو لوگوں کو مرعوب کر کے رکھ دیتی تھی۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۳۵)

پیشہ

دھیرے دھیرے یہ ننھا بچہ ایک خوبرو نوجوان کی شکل اختیار کرتا گیا، قبیلہ میں عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا، پھر پیشہ وہ اختیار کیا جس کو عام طور پر شرفائے

عرب پسند کیا کرتے تھے، اس پیشہ نے ان کو قبیلہ میں صاحبِ وجاہت بنا دیا، اور قبیلہ کے سرداروں میں سے شمار کیے جانے لگے، اور اسی تجارت کے سلسلہ میں اپنے والد محترم عوف بن عبد عوف کے ساتھ تجارتی اسفار میں شرکت کرتے رہے، یہاں تک کہ بڑے بڑے تاجروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

(تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ: ۱۳)

اسلام سے پہلے کی زندگی

آپ تجارت کے سلسلہ میں موسمِ سرما میں عام طور سے ملکِ یمن کا سفر کرتے تھے، اور ہر مرتبہ عسقلان بن عواکن حمیری کے یہاں مہمان بنتے؛ لیکن ایک عجیب بات تھی جب بھی آپ رضی اللہ عنہ اس کے یہاں مہمان بنتے تو وہ ایک ہی بات آپ سے دریافت کرتا کہ: تم میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جس کا چرچا لوگوں میں بہت ہوا ہے؟ کوئی ایسا پیدا ہوا ہے جو تمہارے آبائی دین کی مخالفت کرتا ہو؟ آپ ہر مرتبہ نفی میں سر ہلاتے، پھر ایک دن وہ آیا کہ فاران کی چوٹیوں سے آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم طلوع ہوا؛ لیکن عبدِ عمرو کو قطعاً اس کا علم نہیں تھا؛ غرض ایک بار پھر یمن کا سفر ہوا، اب عسقلان بوڑھا ہو چکا تھا اور اسے کم سنائی دیتا تھا، ان کے وہاں پہنچنے کی خبر جب اسے ملی تو وہ باہر آیا اور پٹی باندھی اور تکیہ لگا کر بیٹھ گیا، اس کے ارد گرد اس کے لڑکے پوتے سب جمع ہو گئے، تو عبدِ عمرو سے ان کا نسب نامہ پوچھا، تو عبدعمرو نے نسب نامہ بیان کرنا شروع کیا: عبدعمرو بن عوف بن عبد جوف بن عبد

بن الحارث بن زہرہ؛ جب زہرہ پر پہنچے تو اس نے کہا: ٹھہر جاؤ، کیا میں تم کو ایسی بات کی اطلاع نہ دوں جو تجارت سے بہت بہتر ہے؟ آپ نے جواب دیا: آپ ضرور ایسا کیجیے! اس نے کہا کہ: میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے پہلے والے مہینہ میں (ربیع الاول) تمہاری قوم (قریش) میں ایک رسول مبعوث کیا ہے اور اس کو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے، اور اس پر ایک کتاب اتاری ہے اور اس کتاب پر عمل کرنے والوں کے لیے ثواب مقرر کیا ہے۔ اس کی تعلیم کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ بتوں (اللہ کے سوا سب کی) کی پرستش سے منع کرتا ہے، دعوتِ اسلام دیتا ہے، اچھے کام کا حکم کرتا ہے، خود بھی اچھے کام کرتا ہے، بے ہودہ باتوں سے منع کرتا ہے اور خود بھی اس سے بچتا ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ: وہ کس قبیلہ سے ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ نہ تو قبیلہ ازد سے ہے اور نہ قبیلہ شمالہ سے ہے، وہ بنی ہاشم سے ہے اور تم اس کے ننیہالی رشتہ دار ہو، اور آپ کو مخاطب کر کے کہا کہ: اے عبدِ عمرو! تم اس کو پوشیدہ رکھو اور جلد واپس جاؤ، اور ان سے جا کر ملو اور ان کی دلداری کرو، اور میری طرف سے یہ التماس نامہ پیش کر دینا:

اشهد بالله ذی المعالی		فالق الليل والصباح

گواہ بناتا ہوں اللہ بڑائی بزرگی والے کو جو رات اور دن کو ظاہر کرنے والا ہے

انک ذو السير من قريش		يا ابن الفدى من الذباح

بے شک آپ قریش میں راز دار ہیں اے اس شخص کے بیٹے جس کی قربانی کا فدیہ

دیا گیا ہے۔

ارسلت تدعو الی یقین		ویرشد للحق والفلاح

رسول بنا کر بھیجے گئے یقینی باتوں کی طرف آپ دعوت دیتے ہیں اور حق اور بھلی باتوں کی ہدایت کرتے ہیں۔

اشھد باللہ رب موسی		انک ارسلت بالبطاح

قسم ہے موسیٰ علیہ السلام کے رب کی: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک بطحا میں رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

فکن لی شفیعا الی ملیک		یدعو البرایا الی الفلاح

پس میرے لیے ہوجایئے شفیع اس مالک کے دربار میں جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتا ہے۔ عبدِ عمرو کو یہ اشعار سنتے ہی یاد ہو گئے اور جلد از جلد سفر سے واپسی کی، اور مکہ میں آکر سب سے قریبی دوست حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔

(تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ: ۱۴)

آپ رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

چوں کہ تقدیر میں آپ کا مشرف بہ اسلام ہونا لکھا جا چکا تھا، اُس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ دعوتِ اسلام کا سلسلہ بھی شروع کر رکھا تھا، حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور ان کے جیسے شریفانہ مزاج کے حامل افراد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کر چکے تھے، اب جب کہ حضرت

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دوست عبدعمرو کی باتیں سنی تو فوراً دربارِ رسالت میں حاضری دلوائی، سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمیق اور دوراندیش نظر نے ان کے چہرہ کو پڑھ لیا، چہرہ پر خوشی کے آثار تھے، زبانِ رسالت کو حرکت ہوئی کہ میں ایسا چہرہ دیکھ رہا ہوں جسے دیکھ کر نیکی کی امید بندھتی ہے۔ عبدعمرو نے کہا کہ: ایک امانت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں! ایک مرسل نے پیغام بھیجا ہے وہ مجھ کو پہنچا دو، عبدِ عمرو نے وہ اشعار سنا دیے، پھر عبدعمرو نے بھی اس ظلمت کدۂ کفر (مکہ) میں اپنے قلبِ عفیف کی اندھیریوں کو دور کرنے کے لیے شمعِ اسلام کو روشن کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ: عبدِ عمرو کا اسلام ''پنجتن کے لیے متمم'' ہے، یعنی آپ نے پانچویں نمبر پر اسلام قبول کیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام عبدِ عمرو سے عبدالرحمن فرمایا، اور ابومحمد کنیت تجویز ہوئی، اس وقت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی عمر تیس سال سے تجاوز کر چکی تھی۔ دعوت اسلام کا سلسلہ چلتا رہا، رفتہ رفتہ لوگ اسلام میں داخل ہونے لگے؛ یہاں تک کہ مسلمانوں کی ٹکڑی بن گئی۔ اب ان کی تربیت کے لیے کسی مخصوص جگہ کی ضرورت درپیش ہوئی، جس کے لیے دامنِ کوہِ صفا کو بطور اسلامی درسگاہ کے استعمال کرنا شروع کیا، جس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف ایک ممبر کی حیثیت رکھتے تھے، چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دارِارقم میں ان سابقین اولین کی تربیت فرمائی، ان کو اسلام کی حقانیت سے آگاہ کیا، قرآن پڑھ کر سنایا، جس کو سن کر ان کے دلوں میں رقت پیدا ہوگئی، ایک عزم اور حوصلہ بنا اور انھوں نے توحید و رسالت پر تن من

دھن کی بازی لگانے کا عہد کرلیا، یہاں تک کہ انہوں نے علی الاعلان اپنے اسلام کو کفارِ مکہ پر ظاہر کردیا۔ (سیر الصحابہ ۲/۱۲۰)

مشرکین کے مظالم اور ہجرتِ حبشہ

ادھر مشرکینِ مکہ نے بے تحاشہ ظلم ڈھانا شروع کیا، طرح طرح کی ذہنی اور جسمانی اذیتیں پہنچاتے؛ لیکن یہ حضرات صبر سے کام لیتے رہے، پھر جب ان کا ظلم حد سے تجاوز کر گیا تو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ چند صحابہؓ کو لے کر تاجدارِ بطحا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: یا رسول اللہ! انا کنا فی عز ونحن مشرکون فلما امنا جرنا اذلۃ (اے اللہ کے رسول! ہم مشرک تھے تو ہم معزز تھے اور کوئی ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا؛ لیکن جب سے ہم مسلمان ہوئے ہیں کمزور اور ناتواں ہوگئے ہیں، اور ہم کو ذلیل ہوکر کفار کے مظالم سہنے پڑتے ہیں) پس یا رسول اللہ! آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم ان کفار کا مقابلہ کریں۔ (سیرت عبدالرحمن بن عوفؓ: ۲۱) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "انی امرت بالعفو فلا تقاتلوا" (عبدالرحمن! صبر کرو ابھی سے قتال شروع نہ کرو، فی الحال مجھے عفو اور درگذر کا حکم دیا گیا)۔

آپؓ واپس لوٹ گئے اور اہلِ مکہ کے مظالم سہتے رہے، اسی طرح تقریباً چار سال گذر گئے، اور قریش کے مظالم میں کمی تو کیا آتی روز افزوں اضافہ ہی ہوتے گیا، اس کے نتیجے میں مسلمانوں کی تعداد بھی تیزی سے بڑھنے لگی، بالآخر مکہ

کے بت پرستوں کو فکر لاحق ہوئی کہ کہیں سارا مکہ مسلمان نہ ہوجائے، چناں چہ انہوں نے ایذا رسانی میں مزید اضافہ کردیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خانۂ کعبہ کے اندر آنے سے روک دیا گیا، شہر کے لڑکوں اور اوباشوں کو متعین کردیا کہ جہاں کہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیروکاروں میں سے کسی کو دیکھیں تو تالیاں بجائیں اور گالیاں دیں، جس طرح قابو ملے اور جیسے موقع پائیں تکلیف پہنچائیں، مسلمان ہر سمت سے دھتکارے جانے لگیں، یہ حالات دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رہا نہ گیا اور فرمایا: ”لو خرجتم الی ارض حبشة فان بها ملكا لا يظلم عنده احد وهى ارض صدق حتى يجعل الله لكم فرحا منا انتم فيه“ اگر تم حبشہ کی طرف ہجرت کرنا چاہتے ہو تو چلے جاؤ؛ اس لیے کہ وہاں کا بادشاہ ایک منصف مزاج حاکم ہے، اس کی قلمرو میں کوئی مظلوم نہیں، وہ زمین: سچائی کی زمین ہے، اور وہیں رہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔

(سیرت ابن ہشام ص ۴۵۵ بحوالہ تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف: ۲۱)

حبشہ (ایتھوپیا، ایبے سینیا) یہ ملک برِ اعظم افریقہ کے شمال مشرق میں واقع ہے، وہاں کا بادشاہ اگرچہ عیسائی تھا؛ لیکن بڑا انصاف پسند تھا، رعایا اس سے خوش تھی، چناں چہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بعثت کے پانچویں سال یعنی ۶۱۶ء میں رجب کے مہینے میں حبشہ کی جانب ہجرت کی۔ رات کے وقت چھپ کر مکہ سے نکلے، جدہ کی بندرگاہ پر پہنچے، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جہاز

نکلنے کے لیے تیار تھا یہ لوگ جہاز میں سوار ہو کر ملکِ حبشہ پہنچے۔

اللہ کے پرستاروں پر کیا کچھ بیت رہی ہوگی کہ وہ اپنے جگر گوشوں، ماں باپ، بیوی بچوں اور جو کچھ ان کو میسر تھا سب کچھ چھوڑ کر سمندر پار ایسی جگہ چلے گئے، جہاں کوئی ان کی بات سمجھنے والا بھی نہیں تھا، ان اولین ہجرت کرنے والوں میں حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ قرآن نے جگہ جگہ ان اصحاب کی تعریف کی ہے، اور رضائے الٰہی اور نصرتِ خداوندی کی بشارتیں دی ہیں: الذین اخرجوا من دیارھم واموالھم یبتغون فضلا من اللّٰہ ورضوانا وینصرون اللّٰہ ورسولہ اولئک ھم الصادقون (الحشر:۸) وہ مسلمان جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال باہر کیے گئے ہیں یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی حمایت پر کمر بستہ ہیں، یہی لوگ راست باز ہیں۔

ابھی چند مہینے ہی گذرے تھے کہ یہ افواہ پھیلی کہ مکہ میں قریش اسلام لے آئے، چناں چہ صحابہ رضی اللہ عنہم -جن میں عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے- خوشی خوشی واپس لوٹ آئے؛ لیکن کیا دیکھتے ہیں کہ یہاں تو وہی خونچکاں حال ہے، چناں چہ چند لوگ ضعف اور کمزوری کی بنا پر مکہ ہی میں ٹھہر گئے، اور بعض حضرات نے پھر دوبارہ حبشہ کی جانب ہجرت کی، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ہجرت کر گئے۔ اس طرح وہ خدا کے لیے کی جانے والی اسلام میں سب سے پہلی اور دوسری ہجرت دونوں میں مسلمانوں کے شریک سفر رہے۔ (فتح الباری ۵۹/۳)

ہجرتِ مدینہ

لیکن یہ دونوں ہجرتیں تو عارضی تھیں؛ اس لیے مدینہ سے پہلے حضرت عبدالرحمن مکہ واپس آ گئے، پھر چند روز قیام کے بعد اللہ اور رسول کے خاطر اپنے آبائی وطن مکہ کو خیر آباد کہہ دیا اور مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

(تذکرۃ عبدالرحمن بن عوف: ۲۲)

مواخاۃ

وقت گذرتا رہا، مسلمان یکے بعد دیگرے ہجرت کرتے رہے، یہاں تک کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی مدینہ تشریف لے آئے، اور آ کر سب سے پہلا اقدام یہ کیا کہ مہاجرین کی دل جوئی اور انصار کی آسانی کے لیے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخاۃ کا سلسلہ قائم فرمایا، اسی مواخاۃ کے نتیجہ میں عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ربیع کے بھائی قرار دیے گئے۔ حضرت سعد مدینہ کے متمول ترین اور فیاض طبع شخص تھے، مواخاۃ میں انہوں نے جس ایثار کا مظاہرہ کیا وہ آج تک هل من مثيل کا نعرہ بلند کر رہا ہے، ویسے ہی خودداری کفایت شعاری اور بے نیازی میں حضرت عبدالرحمن کا کردار بھی اپنا ثانی تلاش نہ کر سکا۔ چناں چہ انہوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے بھائی! میں مدینہ کا سب سے مال دار شخص ہوں، میرے پاس اس وقت دو باغ اور دو بیویاں ہیں، تم دیکھ لو کہ دونوں میں سے کون سا باغ تمہیں پسند ہے؛ تاکہ میں تمہارے حق میں اس سے دست

بردار ہو جاؤں، اور دونوں میں سے کس عورت کو اپنے نکاح میں لینا چاہتے ہو؛ تاکہ میں تمہارے لیے طلاق دے کر اس سے الگ ہو جاؤں۔ (سیر الصحابہ ۱۲۱/۲)

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ ایک شریف اور غیور نوجوان تھے، انہوں نے اپنے اس انصاری بھائی سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے مال و دولت اور اہل وعیال میں برکت دے، آپ صرف مدینہ کے بازار تک میری رہنمائی کر دیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان کی بازارِ قینقاع تک رہنمائی کر دی، حضرت عبدالرحمن نے اسی وقت اپنی تجارت کی بنیاد ڈال دی، اور شام ڈھلتے وقت ہاتھ میں کچھ گھی اور پنیر وغیرہ نفع میں بچا لائے، اور دوسرے ہی دن سے باقاعدہ تجارت شروع کر دی اور اس میں خوب محنت کی، یہاں تک کہ چند ہی ایام میں مدینہ کے بڑے تاجروں میں شمار ہونے لگے۔ آپ کے بارے میں صاحب الریاض المستطابة لکھتے ہیں: کان مجد ورافیها وانفق بقدر ذلک تجارت میں خدا تعالیٰ نے آپ کو موفّق بنایا تھا اور اسی قدر آپ نے خرچ بھی کیا۔ (سیر الصحابہ ۱۲۱/۲)

آپ رضی اللہ عنہ کے تجارتی اصول

آپ کی تجارت کے چند اصول تھے جس پر کاربند ہونے کے بعد تاجر نقصان اٹھائے یا کم سے کم نفع سے محروم رہے، یہ مشکل ہی نہیں؛ بلکہ ناممکن اور امر محال ہے، ان سے پوچھا گیا: آپ کی تجارت کے کیا خاص اصول ہے جس کی وجہ سے آپ کامیاب ہو کر اتنے عظیم مال دار کہلائے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: پانچ

باتیں ہیں: ایک تو میں نے ملتے ہوئے نفع کو کبھی واپس نہیں کیا، دوسرا یہ کہ مجھ سے جب کبھی کسی نے کوئی چیز خریدنا چاہا تو میں نے اس کے بیچنے میں دیر نہ کی، تیسرا یہ کہ کبھی ادھار نہیں بیچا (ہمیشہ نقد بکری کا سلسلہ رکھا)، چوتھا کبھی کسی کو دھوکا نہیں دیا، پانچواں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ یہ وہ اصول تھے جن کی روشنی میں حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ روزانہ نفع بچا کر لاتے تھے اور کچھ نہ کچھ پس انداز کرتے۔

(تذکرۂ عبد الرحمن ابن عوف رضی اللہ عنہ:۱۱۵)

ایک تاریخی نکاح

کچھ ہی دن گذرے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ اس قدر دراہم کے مالک بن گئے جن کی بنا پر کسی شریف زادی سے نکاح کیا جا سکے، چناں چہ قبیلۂ بنو اشہل کی ایک شریف زادی جو ابو الخیر انس بن رافع انصاری رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھی ان سے نکاح کیا، اور یہ نکاح ایک عام نکاح نہیں تھا؛ بلکہ یہ نکاح ایک تاریخی امتیازی حیثیت رکھتا تھا؛ اس لیے کہ یہ وہی نکاح تھا جو اسلام میں سب سے پہلے کیا گیا تھا، اسی نکاح سے ولیمہ کی دعوت کا شمار مسنون دعوتوں میں ہونے لگا، اور بطور خاص یہی وہ نکاح تھا جس کے موقع سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وہ دعا دی جس نے ان پر دنیا کے دہانے کھول دیے۔

واقعہ کچھ یوں ہے کہ: ایک دفعہ حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضری دی، تاجدار حرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر پڑی تو کپڑے پر نکاح کے

آثار نظر آرہے تھے، پوچھا گیا: "مهيم يا عبد الرحمن" عبدالرحمن! یہ کیا ہے؟ عرض کیا: اللہ کے رسول! میں نے نکاح کیا، استفسار ہوا: ما اعطيت زوجك من المهر؟ اپنی بیوی کو مہر میں کیا دیا؟ جواب میں کہا: ایک نواۃ سونا جو پانچ درہم کے برابر ہوتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہوا: اولم ولو بشاة، بارك الله في مالك ولیمہ کرو چاہے ایک بکری کیوں نہ ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت دے۔ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: وہ دن ہے اور آج کا دن، دنیا پوری برکات اور فوائد کے ساتھ میری طرف متوجہ ہوئی، اور میری تجارت کی کامیابیوں کا یہ حال ہوگیا کہ میں کسی پتھر کو اٹھاتا ہوں تو مجھے اس بات کی توقع ہوتی ہے کہ اس کے نیچے مجھے سونا یا چاندی کا ٹکڑا ملے گا۔ (زندگیاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی: ۳۱۷)

مدینہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا گھر

اس کے بعد جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں مہاجرین کے درمیان زمینیں تقسیم فرمائیں، تو چوں کہ مکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کا گھر خانۂ کعبہ کے پڑوس میں تھا؛ اس لیے منصفِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں بھی ان کو حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں زمین عطا کی، اسی قرب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت مقصود تھی، اور آپ رضی اللہ عنہ کی زمین میں حش تھا، (حش: چھوٹی چھوٹی کھجوروں کا وہ باغ جو سینچا نہیں جاتا)، چناں چہ وہاں پر آپ نے ایک بہت بڑا مکان تعمیر کیا، مکان اتنا بڑا تھا کہ لوگ اسے "قلعہ" کہتے تھے، اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کا مدینہ میں رہن سہن نہایت

سادہ تھا، یہاں تک کہ آپؓ جب اپنے غلاموں کے ساتھ بیٹھتے تھے تو پہچانے نہ جاتے تھے، کہ یہ وہی شخص ہے جس کی فقط جرف میں اتنی بڑی کھیتی ہے کہ اس کو سینچنے کے لیے تقریباً بیس اونٹ سینچائی کا کام کرتے ہیں۔ ہاں! کبھی کبھی نفیس اور بیش قیمت لباس پہن لیا کرتے تھے، بعض مرتبہ آپ کی چادر کی قیمت چار پانچ سو درہم ہوتی۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۲۸)

غزوات میں شرکت

۲ھ میں غزوات کا سلسلہ شروع ہوا، آپؓ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے اور ہر ایک میں شجاعت اور استقامت کا مظاہرہ کیا۔

(ابن سعد بحوالہ تذکرۂ عبدالرحمن بن عوفؓ: ۵۵)

غزوۂ بدر

مدینہ میں آئے ابھی کل اٹھارہ مہینے ہوئے تھے، تمام مہاجرین شکستہ حال تھے، ہر گھر اور خاندان کے ایک دو آدمی مسلمان ہوئے، ان میں سے جس کو بھی موقع ملتا وہ چھپ چھپا کر خالی ہاتھ اپنے ماں باپ، بیوی بچوں کو چھوڑ کر مدینہ چلا آتا۔ ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو میدانِ کارزار گرم ہوا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے جہاد فی سبیل اللہ کا پورا پورا حق ادا کیا، اور دشمنِ خدا عمیر بن عثمان بن کعب تیمی کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا، اور معاذ بن عمروؓ اور معوذ بن عفراءؓ یہ دونوں ابوجہل کو نہیں جانتے تھے، انہوں نے آپؓ ہی سے اس کے بارے میں دریافت کیا اور

اس ناپاک ہستی سے دنیا کو نجات دلائی۔ (تاریخ اسلام ۱/ ۱۲۲، تاریخ ابن خلدون ۱/ ۸۵)

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: بدر کے دن میں نے کئی کافروں کو قتل کیا اور ان کی زرہ اتاری، اور کسی ایک جگہ رکھنے کے لیے چلا، راستہ میں امیہ بن خلف نے مجھے آواز دی، وہ اپنے بیٹے علی کے ساتھ کھڑا ہوا تھا اور کہا کہ: کیا میں تمہارے نزدیک ان زرہوں سے زیادہ قیمتی نہیں ہوں جب کہ ہم دونوں کے درمیان معاہدہ بھی ہے؟ (آپ رضی اللہ عنہ نے تجارت کی غرض سے امیہ کو تحریر دی تھی کہ میں تیری مدینہ میں حفاظت کروں گا اگر تو میری مکہ میں حفاظت کا ذمہ لے) یہ سن کر آپ نے زرہیں وہی پھینک دیں اور ایک ہاتھ سے اس کا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے بیٹے علی کا ہاتھ پکڑا، امیہ نے کہا کہ: ایسا برا دن میں نے کبھی نہیں دیکھا آج تو قریش کے تمام سردار ہلاک ہی ہوگئے۔ اسی اثنا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی نظر امیہ پر پڑی، وہ چلّائے: اے مسلمانو! یہ ہے مشرکوں کا سردار امیہ بن خلف، ان کی پکار نے ہر طرف سے لوگوں کو جمع کردیا، اتنے میں کسی نے اس کے بیٹے علی پر حملہ کردیا تو وہ مقتول ہو کر گر پڑا، میں نے اس سے کہا: بھاگ سکتا ہے تو نکل جا، اس نے خوف زدہ چہرہ سے کہا: عہد تو پورا کرو، میں نے کہا: بیٹھ جا، وہ بیٹھ گیا تو میں اس کی حفاظت کے لیے اس کے جسم پر جھک گیا، لوگوں نے میرے نیچے سے اس پر تلوار چلائی یہاں تک کہ وہ قتل ہوگیا اور میرا پیر بھی زخمی ہوگیا۔

آپ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: اللہ بلال رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، میری زرہیں بھی گئی،

میرا قیدی بھی گیا اور چوٹ بھی آئی۔

(البدایہ والنہایہ ۳/ ۳۶۳ بحوالہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے کارنامے ۳۶۴)

غزوۂ احد

جنگِ بدر کے بعد ایک طرف تو خود اہلِ مکہ کے دلوں میں آتشِ انتقام موجزن تھی، تو دوسری طرف ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے۔جس کے باپ اور بھائی جنگِ بدر میں ہلاک ہوئے تھے۔ابوسفیان کو غیرت دلائی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۳ ھ میں احد کے دامن میں جنگ چھڑ گئی، اس غزوہ میں حضرت عبدالرحمنؓ نہایت ثابت قدمی کے ساتھ لڑتے رہے، یہاں تک کہ آپؓ کے دو دانت بھی شہید ہوگئے، آپؓ کے بدن پر بیس سے زیادہ زخم آئے، خصوصاً پاؤں میں ایسا کاری زخم آیا تھا کہ صحت کے بعد بھی ہمیشہ آپ لنگڑا کر چلتے تھے۔ابتدائی فتح کے بعد جب جنگ کا نقشہ بدلا تو جن صحابہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گھیرے میں لے کر آہنی دیوار کا کام کیا اور اپنے خطرناک حملوں سے دشمن کے ناپاک ارادوں کو پورا نہ ہونے دیا، ان میں حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی تھے۔(تاریخ اسلام ۱/ ۱۳۵)

اسی لڑائی میں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زخمی ہونے کے بعد جب احد کے ایک زاویہ میں پناہ لی، تو ابی بن خلف کی نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑ گئی، وہ شامت کا مارا شہید کرنے کے ناپاک ارادے سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بڑھا، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ دیکھ رہے تھے، چناں چہ اسے جہنم رسید کرنے کے لیے آگے بڑھے:

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو روک دیا اور حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے نیزہ لے کر ابی بن خلف کی گردن پر ہلکی سی ضرب لگائی، وہ چیختا چلاّتا بھاگا اور مکہ واپسی کے دوران مقامِ سرف میں مر گیا۔ (اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے کارنامے: ۳۶۴)

احد کی لڑائی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گھاٹی میں تھے، حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے پوچھا: کیا تم نے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو دیکھا؟ آپ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! میں نے انہیں پہاڑ کے دامن میں دیکھا تھا اور مشرکین کی ایک جماعت ان پر حملہ کیے ہوئے تھی، میں نیچے اترنے لگا تا کہ ان کی مدد کروں؛ لیکن راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نظر پڑ گئی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چلا آیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے حارث! غور سے سنو! فرشتے ان کے ساتھ مل کر مشرکین سے جنگ کر رہے ہیں۔ حضرت حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں وہاں سے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے پاس چل پڑا، میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ مشرکین بھاگ چکے تھے اور حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کے چاروں طرف سات مشرکین قتل کیے ہوئے پڑے ہیں، میں نے عرض کیا کہ: اے عبدالرحمن! کیا آپ نے ان کو قتل کیا؟ انہوں نے کہا کہ: یہ ارطات بن عبد شرحبیل اور یہ مشرک، ان دونوں کو میں نے قتل کیا، اور باقی پانچ کو اس شخص نے قتل کیا جو مجھے نظر نہیں آ رہا تھا، میں نے کہا کہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ کہا۔ (حیاۃ الصحابہ ۳/ ۵۸۵)

دومۃ الجندل

شعبان ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اپنے دستِ اقدس سے آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر عمامہ باندھا، پیچھے شملہ چھوڑا اور ہاتھ میں علَم دیا، اور نواحِ دَومۃ الجندل کی طرف تبلیغِ اسلام کے لیے روانہ کیا، اور فرمایا: ان سے جا کر جہاد کرو؛ لیکن کسی کو دھوکا نہ دینا، فریب نہ کرنا، بچوں کو نہ مارنا، یہاں تک کہ دومۃ الجندل پہنچ کر قبیلۂ کلب کو اسلام کی دعوت دو، اگر وہ قبول کرلے تو ان کے بادشاہ کی لڑکی سے نکاح کرلینا۔ چناں چہ آپ رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے اور دومۃ الجندل پہنچ کر تین دن تک تبلیغِ اسلام کا فرض اس خوش اسلوبی سے انجام دیا کہ قبیلۂ کلب کے سردار اصبغ بن عمرو اور اس کی قوم کے بہت سے لوگ اسلام لائے، اور بعضوں نے جزیہ ادا کرنا منظور کرلیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اصبغ کی بیٹی تماضر سے نکاح کرلیا، اور رخصت کروا کر مدینہ ساتھ لے آئے، چناں چہ اسی کے بطن سے ابوسلمہ بن عبدالرحمن پیدا ہوئے، اور یہ وہی ابوسلمہ ہے جو اکابر تابعین میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۲۲)

حدیبیہ

کعبۃ اللہ کا دیدار کیے زمانہ گذر گیا تھا، مہاجرین کو خانۂ خدا بہت یاد آتا تھا، ادھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی خواب دیکھا، چناں چہ عمرہ کے لیے جانے کا فیصلہ ہوا۔ ماہ ذی قعدہ ۶ھ میں تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہزار چار سو صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریکِ سفر تھے۔

اس موقع پر جو صلح نامہ لکھا گیا اس پر آپ رضی اللہ عنہ کی بھی دستخط تھی۔(تاریخِ اسلام ۱/ ۱۵۶)

غزوۂ خیبر

صلحِ حدیبیہ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکینِ مکہ کی جانب سے اطمینان ہو گیا، ادھر مدینہ آ کر معلوم ہوا کہ خیبر کے علاقے میں مدینہ پر حملہ آوری کے سامان مکمل ہو رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کی ان تیاریوں کا حال سن کر محرم ۷ ھ میں پندرہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ خیبر کا سفر کیا۔ اسی غزوہ میں گدھے کی حرمت کا حکم آیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بھی حکم دیا کہ اعلان کرو: جو شخص مجھ کو نبی اور رسول مانتا ہے اس کے لیے گدھوں کا گوشت حلال نہیں ہے، اور اسی غزوہ میں یہ بھی حکم دیا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اعلان کر دو کہ: جنت بجز ایمان دار کے اور کسی کے لیے حلال نہیں۔(نسائی کتاب الصید: ٦٦٥ بحوالہ تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ٦٠)

فتحِ مکہ اور سریۂ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

۱۱ رمضان المبارک ۸ھ میں آپ رضی اللہ عنہ فتحِ مکہ کی فوج کشی میں قدم بہ قدم شریک تھے، مکہ کے زیر نگیں ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قبیلۂ بنو جذیمہ کے پاس ۔ جو اطرافِ مکہ میں مسکن گزیں تھا۔ دعوتِ اسلام کے لیے بھیجا، انہوں نے غلطی سے قتل اور خوں ریزی کا بازار گرم کر دیا، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے خاندان اور قبیلۂ جذیمہ میں قدیم زمانہ سے عداوت چلی آ رہی تھی، یہاں تک کہ ان کے والد کو اسی قبیلہ کے ایک آدمی نے قتل

کیا تھا، تاہم اخوتِ اسلامی نے اس دیرینہ عداوت کو بھی محو کردیا، چناں چہ اس خوں ریزی سے بیزار ہوکر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا: افسوس! تم نے اسلام میں جاہلیت کا بدلہ لیا، انہوں نے جواب دیا: میں نے تمہارے باپ کے قاتل کو مارا، حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے کہا: نہیں؛ بلکہ تم نے درحقیقت فاکہ بن مغیرہ کا انتقام لیا جو تمہارا چچا تھا، (حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے والد اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے چچا فاکہ بن مغیرہ تجارت کے خیال سے یمن جارہے تھے، بنوجذیمہ نے راہ میں ایک ساتھ دونوں کو قتل کیا تھا)۔ (سیرت ابن ہشام ۲/۲۵۶)

اس کے بعد ان دونوں میں سخت گفتگو ہوئی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اطلاع پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: خالد رضی اللہ عنہ! میرے اصحاب سے سخت کلامی نہ کرو، دین کے لیے تم نے ان کی حمایت اور راہِ خدا میں جان و مال کی قربانی کا حال نہیں دیکھا؛ ورنہ یہ رویہ اختیار نہ کرتے، میرے اور اللہ کے پاس ان کی حرمت اور عظمت سے تم واقف نہیں، اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو وہ ان کے مد اور اس کے ''نصف'' کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (تاریخ ابن کثیر ۷/ ۳۱۳۔ سیرت احمد مجتبیٰ ۳/۲۳۱)

غزوۂ تبوک

اسلامی غزوات میں ایک اہم غزوہ ''غزوۂ تبوک'' ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جمعرات کے روز ماہ رجب ۹ھ میں غزوۂ تبوک کا قصد کیا، یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

زندگی کا آخری غزوہ تھا، عموماً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منزل کا اعلان نہ فرماتے تھے، اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے اعلان فرمادیا تھا، اس مرتبہ چوں کہ بڑا لشکر تیار کرنا تھا، مدینہ میں قحط سالی بھی تھی اور مسافت طویل اور سامانِ سفر قلیل تھا؛ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام چندہ کی بھی اپیل کی تھی، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے خوب دیا، اس موقع پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ بھی معاونین کی صفِ اول میں شامل تھے، انہوں نے دوسو اوقیہ چاندی دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کی۔ (زرقانی ۳/ ۶۴ بحوالہ حیاۃ الصحابہ ۳/ ۸۷)

اس موقع پر حضرت عمرؓ نے کہا کہ: میں سمجھتا ہوں کہ عبدالرحمنؓ ایسا کرکے ایک گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں، کیوں کہ انہوں نے اپنے اہل وعیال کے لیے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: ھل ترکت شیئا لاھلک یا عبدالرحمن عبدالرحمن! تم نے گھر والوں کے لیے کچھ چھوڑا ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا: نعم! ترکت لھم اکثر واطیب ہاں! میں نے ان کے لیے جو کچھ چھوڑا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ اور بہتر ہے جو میں نے خرچ کیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر پوچھا: کم؟ کتنا؟ تو جواب دیا: ما وعد اللّٰہ ورسولہ من الخیر والاجر خیر اور اجر کا وہ وعدۂ برحق جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا ہے۔ لشکر تبوک روانہ ہوا، قیامِ تبوک کے دوران آپؓ کو فجر کی نماز میں امامت کا شرف حاصل ہوا، جس میں خود تاجدارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی شریک تھے، جس کا

تفصیلی ذکر شروع میں آچکا ہے۔ یہ شرف مسلمانوں میں سے صرف آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص تھا۔ (تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ:۶۱)

حجۃ الوداع تک جتنی مہمات پیش آئیں آپ رضی اللہ عنہ ان تمام میں شریک رہے۔ آخری سفرِ حج سے واپس آنے کے بعد ۱۱ھ میں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی، اور خلافت کا قصہ پیش آیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اس مسئلہ کو سلجھانے میں نہ صرف شریک تھے؛ بلکہ پیش پیش تھے، جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خلیفہ ہونا طے پایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں میں آپ کا تیسرا نمبر تھا۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۲۳)

عہدِ صدیقی

عہدِ صدیقی میں حضرت عبدالرحمن ایک مخلص مشیر اور صاحبِ رائے کی حیثیت رکھتے تھے، ہر قسم کے مشوروں میں شریک ہوتے۔ جمادی الثانی ۱۳ھ میں جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یقین ہوگیا کہ وقتِ آخر آپہنچا ہے، تو سب سے پہلے آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلا کر خلافت کے متعلق مشورہ کیا اور فرمایا کہ: عمر رضی اللہ عنہ کی بابت تمہارا کیا خیال ہے؟ تو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: عمر رضی اللہ عنہ کے مزاج میں سختی زیادہ ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: عمر رضی اللہ عنہ کی سختی کا سبب صرف میری نرم طبیعت تھی، میں جس معاملہ میں نرمی اختیار کرتا تھا اس میں عمر رضی اللہ عنہ سختی کی جانب مائل نظر آتے تھے؛ لیکن جن معاملات میں مَیں نے سختی سے کام لیا ہے ان

میں عمرؓ ہمیشہ نرم رہے، میرا خیال ہے کہ خلافت ان کو ضرور نرم کردے گی۔ پھر چند دنوں کے بعد یہ چراغ بھی گُل ہو گیا، اور حضرت عمرؓ مسند آرائے خلافت ہوئے۔

(تاریخ اسلام ۱/۲۵۹)

عہدِ فاروقی

حضرت فاروق اعظم نے ۲۲/جمادی الثانی بروز سہ شنبہ مدینۂ منورہ میں مسندِ خلافت پر قدم رکھتے ہی نظامِ خلافت کو پہلے سے زیادہ منظّم کرنا شروع کردیا، مہماتِ مسائل پر بحث ومباحثہ کرنے کے لیے ایک شوریٰ قائم کی، حضرت عبد الرحمنؓ اس مجلس کے نہایت صاحب الرائے اور پُرجوش رکن ثابت ہوئے، بہت سے معاملات میں ان ہی کی رائے پر آخری فیصلہ ہوتا۔

عراق پر فوج کشی کے لیے جب دارالخلافہ کے گرد ایک عظیم لشکر مجتمع ہوا، اور عام سوچ یہ تھی کہ خود امیر المؤمنین اس فوج کی باگ اپنے ہاتھ میں لے، امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بھی اس کے لیے تیار ہو گئے؛ لیکن حضرت عبدالرحمنؓ نے سختی سے مخالفت کی اور فرمایا کہ: لڑائی کے دونوں پہلو ہیں، خدانخواستہ اگر شکست ہوئی اور امیر المؤمنین کو کچھ صدمہ پہنچا تو پھر اسلام کا خاتمہ ہے، آپؓ کی رائے کو تمام اکابر صحابہؓ نے پسند کیا، اب یہ مسئلہ پیش آیا کہ: سپہ سالارِ عراق کون بنے؟ حضرت علیؓ نے انکار کیا، حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت خالدؓ ملکِ شام میں مصروفِ پیکار تھے، اسی غور وفکر کی حالت میں حضرت عبدالرحمنؓ نے فرمایا کہ: میں ایک شخص کا

نام لیتا ہوں، یہ کہہ کر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا نام لیا، سب نے تائید کی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی پسند فرمایا۔

حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کا وظائف مقرر کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتوحات کا دروازہ کھل گیا اور بیت المال کی آمدنی میں بیش بہا اضافہ ہوگیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ: میں چاہتا ہوں کہ اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وظائف مقرر کردوں، انہوں نے کہا: بہت اچھا خیال ہے، فرمایا: اس خیال کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تجویز دو، انہوں نے عرض کیا: مخرمہ بن نوفل رضی اللہ عنہ، جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اور عقیل بن ابی طالب رضی اللہ عنہ: تینوں حضرات علم الانساب میں ماہر ہیں، ان کو فہرست لکھنے پر مقرر کردیجیے، فہرست تیار ہوگئی، جس میں امیر المؤمنین کا نام اوپر تھا، امیر المؤمنین اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا نام اور میرے قبیلۂ عدی کے افراد کے نام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی قربت کے لحاظ سے جب ان کا نمبر آئے تب لکھو، اور موجودہ ترتیب بدل دو، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: آپ امیر المؤمنین ہیں، فہرست آپ کے نام سے شروع ہونی چاہیے، امیر المؤمنین نے کہا: نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا عباس رضی اللہ عنہ سے شروع کرو، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام لکھو۔

وظائف کی مقدار اپنے مشیرِ خاص حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی رائے

سے مقرر کی اور پھر شوریٰ میں سنائی، جس کا خاکہ یہ تھا:

نمبر	ترتیب اسماء	مقدار وظیفہ
۱	حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ	۵۰۰۰ درہم سالانہ
۲	حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۵۰۰۰ درہم سالانہ
۳	حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۱۲۰۰۰ درہم سالانہ
۴	امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن	۱۰۰۰۰ درہم سالانہ
۵	حضراتِ اصحابِ بدر رضی اللہ عنہم	۵۰۰۰ درہم سالانہ
٦	اصحابِ بدر میں سے ہر ایک کے صاحبزادے کے لیے	۲۰۰۰ درہم سالانہ
۷	بدر سے حدیبیہ تک کے زمانہ میں اسلام قبول کرنے والے حضرات	۴۰۰۰ درہم سالانہ
۸	حضراتِ انصار	۴۰۰۰ درہم سالانہ
۹	حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	۴۰۰۰ درہم سالانہ
۱۰	مہاجرین قبلِ فتحِ مکہ اور شرکائے جہاد تا فتحِ قادسیہ	۳۰۰۰ درہم سالانہ
۱۱	جن لوگوں نے فتحِ مکہ میں اسلام قبول کیا یا قادسیہ اور یرموک میں لڑے	۱۰۰۰ درہم سالانہ
۱۲	سپہ سالار حضرات مثنیٰ کی فوج	۵۰۰ درہم سالانہ
۱۳	شرکائے بدر کی بیویاں	۵۰۰ درہم سالانہ

۱۴	بدر کے بعد سے حدیبیہ تک جہاد میں شریک ہونے والے اصحاب کی بیویاں	۴۰۰ درہم سالانہ
۱۵	حدیبیہ کے بعد سے فہرست کی تیاری تک لڑائیوں میں شریک ہونے والوں کی ازواج	۳۰۰ درہم سالانہ
۱۶	بلا امتیاز مراتب	۲۰۰ درہم سالانہ

(اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اوران کے کارنامے: ۳۷۴)

حضرت عمرؓ کی حضرت عبدالرحمنؓ سے بے تکلفی

حضرت عمرؓ آپؓ (حضرت عبد الرحمنؓ) کی ملاقات سے بہت خوش ہوتے تھے اور آپؓ سے بہت بے تکلف تھے، ایک روز عشا کی نماز کے بعد حضرت فاروق اعظمؓ آپؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، دروازہ بند تھا، دروازہ کھٹکھٹایا، ایک خادمہ نے دروازہ کھولا، آپؓ کچھ دیر باہر کھڑے رہے، پھر اندر داخل ہوئے تو دیکھا: حضرت عبدالرحمن نماز پڑھ رہے ہیں، آپؓ نے دریافت کیا کہ: کھانے کی کوئی چیز ہے؟ خادمہ نے جو اس وقت موجود تھا حاضر کر دیا، آپؓ بے تکلفی سے کھانے لگے، حضرت عبدالرحمنؓ کو دیکھا اپنے اسی اطمینان کے ساتھ نماز میں مشغول ہے، تو پیچھے سے آواز لگائی، نماز جلدی ختم کرو، مجھے تم سے کام ہے۔ (طبرانی بحوالہ تذکرۂ عبدالرحمن بن عوفؓ: ۸۰)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کو اپنے تجارتی اغراض کے لیے چار ہزار درہم کی

ضرورت پیش آئی، تو حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے کہلا بھیجا، حضرت عبد الرحمن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: لاکھوں درہم تمہارے قبضہ میں رہتے ہیں اور دو چار ہزار کے لیے مجھ سے مانگتے ہوں؟ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیت المال کا روپیہ ادا کرنے سے پہلے مر جاؤں تو تم ہی لوگ کہو گے کہ: معاف کردو، اور خدا کے یہاں مجھ سے باز پرس ہوگی، میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے بخیل شخص سے قرض لوں کہ مر بھی جاؤں تو کسی نہ کسی طرح وصول کرلوں گے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ مزاح اور بے تکلفی کے طور پر کہے تھے؛ ورنہ آپ سخاوت اور فیاضی میں ممتاز تھے)۔ (جمع الفوائد، ابن سعد ۱۳/ ۱۹۹ بحوالہ تذکرۂ عبدالرحمن عوف رضی اللہ عنہ :۸۱)

ایک عجیب قصہ

ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ وغیرہ جمع ہوئے، اوران حضرات نے حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے کہا: اے عبدالرحمن! کیا ہی اچھا ہوگا اگر آپ امیر المؤمنین سے کہیے کہ بہت سے حاجت مند آتے ہیں؛ لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے اپنی ضرورت پیش کیے بغیر واپس لوٹ جاتے ہیں۔ چناں چہ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ، امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہوئے، اورعرض کیا: اے امیر المؤمنین! آپ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار فرمائیں؛ کیوں کہ بہت سے ضرورت مند آپ کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے اپنی ضرورت پیش ہی نہیں کر پاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں

عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھیجا؟ پھر فرمایا: اے عبدالرحمن! میں نے اتنی نرمی اختیار کی مجھے ڈر محسوس ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں مجھ سے باز پرس کرے گا، پھر میں نے اتنی سختی اختیار کی کہ مجھے ڈر محسوس ہونے لگا کہ خدا اس کے بارے میں مجھ سے پوچھے گا، اے عبدالرحمن! اب تم ہی بتاؤ کہ میں کیا کروں؟ حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ یہ سن کر روتے ہوئے اٹھے اور فرمایا: پتہ نہیں! آپ کے بعد امت کا کیا ہوگا!!۔ (حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم ۲/ ۳۶۲)

شہادتِ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

۲۳ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ صبح کی نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے، تو ابولؤلؤ نامی ایک عجمی غلام نے حملہ کیا اور متعدد زخم پہنچائے، آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کھینچ کر اپنی جگہ کھڑا کردیا، اور خود زخموں کے صدمہ سے بے ہوش ہوگئے، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو اسی حالت میں نماز پڑھائی، نماز کے بعد امیر المؤمنین کو گھر لایا گیا، دوائی اور دودھ پلایا گیا، سب پیٹ کے زخم سے باہر نکل گیا، یہ حالت دیکھ کر لوگوں کو مایوسی ہوئی اور عرض کیا کہ: آپ بھی کسی کو اپنا جانشین مقرر فرمادیجیے، آپ رضی اللہ عنہ نے چھ صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام لیا جن میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے، اور فرمایا کہ: میرے بعد ان میں سے کسی کو اپنا جانشیں بنالینا، پھر اپنے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کہ: اگر لوگ خلافت کے انتخاب میں اختلاف کریں تو تم اس گروہ میں شامل ہونا جس میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

ہو۔ یکم محرم ۲۴ھ میں وفات پائی، جن باسعادت حضرات نے آپ کو قبر میں اتارا ان میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (ابن سعد ۳/ ۲۴۴ بحوالہ سیر الصحابہ ۲/ ۱۲۵)

عہدِ عثمانی

انتخابِ خلیفہ کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قائم کردہ چھ اصحابِ شوریٰ بیٹھے اور باہمی گفت وشنید کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا نام طے پایا، چناں چہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے مجمعِ عام میں ایک مؤثر تقریر کی اور فرمایا کہ: میں نے ہر طبقہ اور ہر گروہ کی رائے معلوم کر لی، اور تمام اصحابِ شوریٰ نے میرے فیصلہ کو ناطق تسلیم کیا ہے، یہ کہہ کر آپ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ رضی اللہ عنہ کا بیعت کرنا تھا کہ تمام خلقت ٹوٹ پڑی۔

وفات حسرت آیات

عہدِ عثمانی میں آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت خاموشی سے زندگی بسر کی اور مہماتِ ملکی میں آپ رضی اللہ عنہ نے کوئی خاص دل چسپی نہیں لی۔ ۳۲ھ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نکسیر کے مرض میں سخت مبتلا ہوئے، تو اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ کی حیات سے ناامیدی ہوگئی تھی، لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے اپنا خلیفہ بنانے پر اصرار کیا، اسی اصرار کی بنا پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے بارے میں وصیت لکھوادی۔ حمران نے قبل از وقت وصیت کو حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ پر ظاہر کر دیا، یہ وصیت آپ پر بہت شاق گذری، اور آپ نے باری تعالیٰ سے دعا کی: اے میرے خدا! مجھ کو عثمان سے پہلے

اپنے پاس بلا لیجیے، دعا قبول ہوگئی، آپ بیمار ہو گئے، علالت نے طوالت اختیار کی، ضعف بڑھتا گیا، حتیٰ کہ وفات سے قبل آپ پر غشی طاری ہوگئی، افاقہ ہوا تو پوچھا کہ: میں بے ہوش ہو گیا تھا؟ لوگوں نے کہا: ہاں! آپ نے فرمایا: میرے پاس دو فرشتے آئے جن میں شدت اور سختی تھی، اور مجھے لے چلے، پھر میرے پاس دو اور فرشتے آئے جو ان دونوں سے زیادہ نرم اور مہربان تھے، ان دونوں نے کہا کہ: اسے چھوڑ دو یہ ان لوگوں میں سے ہے جس کی تقدیر میں سعادت ان کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لکھ دی جاتی ہے، اور ابھی اس کی اولاد اس سے متمتع ہوتی رہے گی، چناں چہ اس کے ایک ماہ کے بعد ۳۳ھ م ۶۵۲ء میں آپ کی وفات ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (تذکرۂ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۱۰۹۔ سیرت حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ)

کفن

آپ کا کفن نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک استعمال شدہ چادر تھی۔ واقعہ یوں ہے کہ: ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ مبارک میں ایک عورت ایک نئی چادر لے کر آئی، اور عرض کیا کہ: حضور! اپنے ہاتھ سے بُن کر لائی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ازار کے طور پر استعمال کیا اور بڑی تعریف کی، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے، آپ رضی اللہ عنہ نے چادر طلب کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کچھ دیر استعمال کرنے کے بعد بھیجوادی۔ بعد میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ: میں نے کفن کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طلب کی تھی؛ ورنہ مجھ کو کپڑے کی

ضرورت نہیں ہے، اور یہی چادر آپ کے کفن میں استعمال کی گئی۔ (بخاری، باب من استعد الکفن، بحوالہ تذکرۂ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ: ۴۱)

نمازِ جنازہ و مدفن

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ جنازہ اٹھانے والوں میں شریک تھے اور کہتے جاتے تھے: واجبلاہ آہ! یہ پہاڑ بھی چل بسا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وصیت کے مطابق نمازِ جنازہ پڑھائی۔

آپ رضی اللہ عنہ کے مرض الموت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہلا بھیجا کہ: آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ہم نشینوں کے ساتھ دفن ہو؛ مگر آپ نے پاس ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے انکار کیا، اور یہ کہلا بھیجا کہ: میرا عثمان بن مظعون سے معاہدہ ہو چکا تھا کہ ہم میں جو آخر میں وفات پائے وہ پہلے کے پہلو میں دفن ہو، چناں چہ آپ رضی اللہ عنہ بھی جنت البقیع میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون کے پہلو میں دفن ہوئے، اور عجیب اتفاق کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی آپ کے رفیقِ غار تھے، مرنے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے پڑوسی رہے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قریب دفن ہوئے۔

(الریاض المستطابۃ، ابن سعد بحوالہ تذکرۂ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ: ۴۲)

اولاد وازواج اور ان کا تعارف

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سالم اکبر جو قبل از اسلام مر گئے، ان کی ماں کلثوم بنت عتبہ بن ربیعہ تھی۔

ایک لڑکی ام قاسم بھی جاہلیت میں پیدا ہوئی، ان کی ماں بنت یثبہ بن ربیعہ بن عبدالشمس تھیں۔

محمد بن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ: یہ بڑے باغیرت آدمی تھے، اسی سے آپ کی کنیت ابومحمد تھی، اور ابراہیم، اسماعیل، حمید، حمیدہ اور امۃ الرحمن، ان کی ماں ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیط تھیں۔

ابراہیم بن حضرت عبدالرحمن بن عوف: یہ پستہ قد اور سیاہ فام تھے، ان کی کنیت ابواسحاق تھی، انہوں نے ۶۹ھ پچھتر سال کی عمر میں وفات پائی۔ ابراہیم کے لڑکے سعد اور صالح تھے، جن کا مختصر تعارف درجِ ذیل ہے:

سعد بن ابراہیم: ان کی والدہ سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں، یہ ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں مدینہ کے قاضی رہے، اور قابلِ اعتماد حاملینِ حدیث میں سے تھے، ان کی کنیت ابوابراہیم تھی۔

صالح بن ابراہیم رحمہ اللہ: یہ محدث تھے، چناں چہ معاذ اور معوذ کے بدر میں ابو جہل کو قتل کرنے کی حدیث ان ہی سے مروی ہے۔

حمید بن عبد الرحمن: یہ بہت مال دار تھے اور حاملینِ حدیث میں سے تھے، انہوں نے ۹۵ھ کو تہتر سال کی عمر میں وفات پائی، ان کا ایک بیٹا تھا عبد الرحمن، اور اسی سے آپ کی کنیت ابوعبدالرحمن تھی، یہ بھی محدث تھے۔

معن، عمر: یہ قریشی پہلوانوں میں سے تھے، زید، امۃ الرحمن صغریٰ: ان

سب کی ماں سہلہ بنت عاصم بن الجد بن عجلان قبیلۂ قضاعہ کی شاخ بلہ کے انصار میں سے تھیں۔

عروہ اکبر بن عبد الرحمن: یہ جنگِ افریقہ میں شہید ہوئے، ان کی ماں بحریہ بنت ہانی قبیصہ بنی شیبان میں سے تھیں۔

سالم اصغر بن عبد الرحمن: یہ فتحِ افریقہ کے دن شہید ہوئے، ان کی والدہ سہلہ بنت سہیل بن عمر بن عبد شمس تھیں۔

سہیل بن عبد الرحمن: انھوں نے بنو امیہ ثریا کی الصغریٰ سے نکاح کیا، ان کی والدہ امِ سہیل مجد بنت یزید بن سلامہ تھیں۔ آپ کی کنیت ابو الابیض تھی، ان کے بیٹے عبد المجید بن سہیل رحمہ اللہ تھے، یہ بہت بڑے محدث تھے، قوم ان کی پیروی کرتی تھی اور یہ ابو جعفر منصور کے مشیرِ خاص بھی تھے۔

موسیٰ سلامانی فرماتے ہیں کہ: میں بیٹھا ہوا تھا، چناں چہ میرا ایک غلام آیا اور کہا: آپ کی والدہ کے خاندان کا ایک آدمی آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتا ہے، (ان کی والدہ حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے تھیں)، میں نے ان کو اجازت دے دی، چناں چہ ایک خوبصورت نوجوان داخل ہوا جو قریشی معلوم ہوتا تھا، میں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے آپ کون ہیں؟ جواب دیا: عبد المجید بن سہیل بن عبد الرحمن الزہری ہوں، میں نے کہا: قریب آؤ قریب آؤ! پھر میں نے اپنے غلام کو حکم دیا: وہ آپ کے ساتھ اچھا معاملہ کرے، اکرام کرے

اور نرمی سے پیش آئے، اور کہا کہ: ان کو حمام میں داخل کرو، آپ کے لیے سفید استر والی عمدہ چادر کی قمیص بنوائی اور حضرمی جوتے بنوائے۔

عبد اللہ اصغر بن عبد الرحمن الفقیہؒ: یہ محدث تھے، انہوں نے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت جابرؓ سے بہت سی حدیثیں روایت کیں، ان کے دو بیٹے تھے: عمر اور سلمہ، دونوں محدث تھے، اسی سے ان کی کنیت ابو سلمہ تھی۔

عبداللہ اصغر کی والدہ تماضر بنت اصبغ بن عمرو بن ثعلبہ قبیلہ کلب سے تھیں، (وہ پہلی کلبیہ ہے جن سے ایک قریشی نے نکاح کیا تھا)۔

عثمان بن عبد الرحمنؓ: آپ کا خاندان بصرہ میں تھا، ان کی والدہ غزال بنت کسریٰ ام ولد تھیں، جو مدائن کے قیدیوں میں سے تھیں، ان کی اولاد میں سعید بن یحییٰ بن الحسن بن عثمان بن عبدالرحمن بن عوفؓ بھی بہت بڑے محدث تھے۔

عبداللہ اکبر بن عبدالرحمنؓ: یہ فتحِ افریقہ کے موقع سے شہید ہوئے، آپ کی والدہ بنت ابی الحسین بن رافع اوس میں سے تھیں۔

مسور بن عبدالرحمنؒ: یہ یوم الحرۃ میں شہید کیے گئے۔

ابو بکر بن عبد الرحمنؒ: ان کی والدہ ام حکیم بنت فارظہ بن خالد بن عبید، کنانہ سے تھیں۔

جویریہ بنت عبدالرحمنؒ: آپ کے شوہر مسور بن مخرمہ تھے، آپ کی والدہ بادیہ بنت غیلان بن سلمہ بن معب الثقفی تھیں۔

(الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ العشر ۳۲۷/۲ تا ۳۳۶، طبقات ابن سعد ۲۲۸/۳)

فضائل ومناقب

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا: امین فی اھل السماء، وامین فی اھل الارض آپ آسمان والوں میں امین اور زمین والوں میں امین ہے۔ (الریاض النضرۃ ۲/ ۲۸۲)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انت ولي فی الدنیا والاخرۃ عبدالرحمن! دنیا اور آخرت دونوں میں تم میرے دوست ہو۔

(الریاض النضرۃ بحوالہ تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ٦٦)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ۔سفر ہو یا حضر۔ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رہتے، صرف سریۂ دومۃ الجندل میں کچھ دن کے لیے مفارقت رہی۔

(تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۱۰۳)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو عشقِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے امہات المؤمنین کی خدمت کا شرف حاصل تھا۔ (اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے کارنامے ۳۷٦)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبدالرحمن بن عوف زمین میں اللہ کے وکیل ہے۔ (الریاض النضرۃ ۲/ ۲۸۳)

غزوۂ تبوک میں نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی۔

(صور من حیاۃ الصحابۃ ۲٦۱)

آپ رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ میں تھے جو سب سے پہلے ایمان لائے۔

(صور من حیاۃ الصحابۃ ۲۵۷)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبد الرحمن فی الجنة. (تحفۃ الالمعی ۸/۳۸۱)

آپ رضی اللہ عنہ ان مخصوص مفتیان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا مجاز قرار دیا گیا تھا۔ (زندگیاں صحابۂ کرام کی ۳۱۵)

سریۂ دومۃ الجندل میں رخصت ہوتے وقت آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو شفقت سے اپنے قریب بلایا، اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دستِ مبارک سے آپ کا عمامہ کھولا، اور اپنا سیاہ عمامہ خود ہی اپنے ہاتھوں سے آپ رضی اللہ عنہ کے سر پر باندھا۔ (طبقات ابن سعد ۲/۲۳۱)

ابوعمر رضی اللہ عنہ و بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عبد الرحمن بن عوف سید من سادات المسلمین عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے سرداروں میں سے ایک سردار ہے۔ (الریاض النضرۃ ۲/۳۸۴)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر آپ ہی سے مشورے لیتے تھے۔

(طبقات ابن سعد ۲/۱۹۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اچھے صاحب الرائے ہیں، ان کی بات سنو اور ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔

(ابن اثیر بحوالہ تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۹۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چھ شخصوں کو خلافت کے لیے نامزد کیا تھا، جن میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے، اور اپنے بیٹے سے فرمایا تھا: اگر ان میں آپس میں

اختلاف ہوتو عبدالرحمن بن عوفؓ جس طرف ہواس کوترجیح دینا۔

(فتح الباری، باب بیعۃ والاتفاق بحوالہ تذکرۂ عبدالرحمن بن عوفؓ ۸۱)

حضرت عمرؓ نے آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ: ان میں عمدہ اوصاف ہیں۔ (تذکرۂ عبدالرحمن بن عوفؓ ۸۳)

حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے پہلے سال ۱۳ھ میں آپ ہی کو امیرِ حج مقرر کرکے مکہ روانہ کیا، اور اپنی طرف سے قربانی کے لیے جانور دیے۔

(اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے کارنامے ۳۷۶)

ایرانی غلام فیروز نے فجر کی نماز میں حضرت عمرؓ پر خنجر سے وار کیا تو آپ نے فوراً جس شخص کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ کھڑا کردیا وہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہی تھے۔ (اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے کارنامے ۳۷۷)

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ہی نے حضرت عمرؓ کو قبر میں اتر کر اپنے ہاتھوں سے ۲۳ھ میں آغوشِ صدیقی میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیرِ قدم سلایا تھا۔ (تذکرۂ عبدالرحمن بن عوفؓ ۱۰۲)

حضرت عثمانؓ جب نکسیر کے موقع سے علیل ہوئے تو آپ ہی کے متعلق وصیت کی کہ: میرے بعد عبدالرحمن بن عوفؓ قائم مقام ہوں گے۔

(تذکرۂ عبدالرحمن بن عوفؓ ۸۸)

مسور بن مخرمۃ فرماتے ہیں کہ: جس وقت میں حضرت عثمانؓ اور حضرت

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے درمیان لشکر کے ساتھ چل رہا تھا، اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک سیاہ چادر اوڑھے ہوئے میرے آگے چل رہے تھے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ: یہ سیاہ چادر والا کون ہے؟ لوگوں نے کہا: عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ہے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھے پکارا: اے مسور! میں نے کہا: لبیک یا امیر المؤمنین! آپ نے فرمایا: جس نے یہ دعویٰ کیا کہ عثمان رضی اللہ عنہ پہلی اور دوسری ہجرت میں تمہارے ماموں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے بہتر ہے تو وہ کاذب ہے۔ (طبقات ابن سعد ۳/ ۲۲۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے جنازہ کے قریب آئے تو برجستہ آپ کی زبان سے یہ کلمات جاری ہوئے: لقد ادرکت صفوها وسبقت زیفوها یرحمک اللّٰہ، آپ نے دنیا میں سے اس کے عمدہ حصہ کو اپنایا، اور اس کے خراب حصہ کو چھوڑ کر گذر گئے، اللہ تعالیٰ آپ کو غریقِ رحمت کرے۔ آمین (صور من حیاۃ الصحابہ ۲۶۵)

اخلاق وعادات

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا دامن فضل وکمال اور اخلاقی جواہر پاروں سے مالا مال تھا، خصوصاً حبِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، صدق وعفا، ترحم، فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ آپ کے نہایت درخشاں اوصاف تھے۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۲۹)

آپ رضی اللہ عنہ میں قدرتِ کلام وبیان اور فصاحت وبلاغت کا خاص جوہر تھا، پیرایۂ بیان جچا تلا، مختصر اور انتہائی مؤثر ہوتا تھا، نہ جملوں کی بے جا تکرار ہوتی اور نہ ہی الفاظ کا زائد از ضرورت استعمال ہوتا۔ نوشت وخواند سے اپنے زمانہ کے معیار

کے مطابق بخوبی واقف تھے، آپؓ کے اوصاف میں سب سے زیادہ نمایاں وصف اصابتِ رائے ہے۔(اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے کارنامے ۳۸۳)

آپؓ نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ نماز پڑھتے، دل ہمیشہ مسجد میں لگا رہتا، ظہر کے وقت دیر تک نوافل پڑھا کرتے تھے۔

(سیرت حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ ۵۸)

آپؓ رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ بھی اکثر روزے رکھتے تھے، آپ حج کے لیے بارہا تشریف لے گئے، حجۃ الوداع میں شریک تھے، جس سال حضرت عمرؓ خلیفہ بنے اس سال امارتِ حج کی خدمت آپؓ ہی کے سپرد کی گئی، حضرت عثمانؓ نے بھی آپ کو امیرِ حج بنایا۔ امہات المؤمنین کی خدمت میں بھی لگے رہتے، اور وقتاً فوقتاً ان پر خرچ کرتے رہتے۔

(طبقات ابن سعد ۲/ ۲۳۲۔ سیرت عبدالرحمن بن عوفؓ ۵۶)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے موقع پر بطورِ گواہ جن صحابہ کرامؓ سے دستخط کروائے تھے ان میں سے آپؓ بھی تھے، اس سے آپؓ کی امانت داری اور اخلاق کا پتہ چلتا ہے۔ (تذکرۂ عبدالرحمن بن عوفؓ ۶۰) آپؓ بہت طویل نماز پڑھتے تھے اور خدا کی بارگاہ میں عرض معروض کرنے میں ایک معتدبہ حصہ خرچ کیا کرتے تھے، اذان سنتے ہی مسجد جانے کی تیاری کرتے۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ شب کو اتفاقیہ طور پر آپؓ کے مکان چلے گئے تو آپ کو نماز میں مشغول پایا۔

(اصابہ بحوالہ عبدالرحمن بن عوفؓ ۴۶)

مسور بن مخرمۃ فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ آپؓ نے کچھ رات گذرنے کے بعد مجھے اٹھایا اور کہا: جاؤ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کو بلا لاؤ اور خود نماز میں مشغول ہو گئے، وہ دونوں آئے تو ختمِ نماز تک انتظار کیا۔ آپ خیال کیجیے! جو شخص اتنا وقت نفل نماز میں بھی صرف کرتا ہو وہ اپنے فرض کو کس طور سے ادا کرتا ہوگا! اس میں کیا شک ہے کہ یہ تمام باتیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت بابرکت کا ادنیٰ کرشمہ تھیں؛ تاہم فطری قابلیت اور صلاحیت شرط ہے۔

صحبت اندر جو ہر قابل کند تاثیر بس			ورنہ شاخ گل ز بوئے گل چرا محروم شد

اور اسی فطری صلاحیت و اخلاق کا ایک معمولی اثر تھا جس نے کفر کی حالت میں بھی ہمیشہ شراب سے مجتنب رکھا۔ (تذکرۂ عبدالرحمن بن عوفؓ ۴۶)

جود و سخا

بادِ صبا کے ہلکے ہلکے سے تھپیڑوں میں سے کچھ ذرات شمولیت پذیر ہوتے جا رہے تھے، کچھ دیر تو لوگ نظر انداز کرتے رہے؛ لیکن جب ذرات سے فضا دھندلی ہونے لگی تو لوگوں کے اوسان خطا ہو گئے اور مدینہ میں افراتفری پھیل گئی، جب وہ قریب ہوا تو آوازیں آنے لگیں، جس سے یہ اندازہ ہوا کہ کوئی آفت سماوی نہیں؛ بلکہ رزقِ رَازق ہے جو ایک تجارتی قافلے کی شکل میں مدینہ آ رہا ہے، جب انہیں کسی نے بتایا کہ: یہ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا سات سو اونٹوں پر مشتمل تجارتی قافلہ ہے جو ملکِ شام سے اناج وغیرہ لے کر واپس آ رہا ہے، تو

مدینہ میں ہل چل مچ گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ: یہ شور کیسا؟ جواب ملا: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا قافلہ ملکِ شام سے اناج لے کر لوٹ رہا ہے، فرمایا: ایک قافلہ اور اتنا شور؟ کہا گیا: سات سو اونٹوں پر مشتمل ہے، یہ سن کر امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ: میں نے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: رایت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ یدخل الجنة حبوا میں نے دیکھا کہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ گھسٹتے ہوئے جنت میں جارہے ہیں۔ کسی نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو آپ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ پورا قافلہ مع اسباب اور سامان؛ بلکہ اونٹ اور کجاوے تک راہِ خدا میں وقف ہے۔ (اسد الغابۃ ۳/۳۱۶ بحوالہ سیر الصحابہ ۲/۱۳۲)

سورۂ برات کے نزول پر جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدقات اور خیرات کی ترغیب دی تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ نے چار ہزار درہم پیش کیے، حالاں کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کے کاروبار کا ابتدائی دور تھا۔ (البدایۃ ۷/۱۶۳ بحوالہ حیاۃ الصحابہ ۲/۲۲۳)

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلاموں کو آزاد کرنے کی تحریک فرمائی، تو آپ نے ایک ہی دن میں تیس غلام آزاد کیے۔ (اسد الغابۃ ۳/۳۱۶)

ایک مرتبہ پانچ سو گھوڑے اللہ کے راستے میں دیے۔

(اصابۃ ۲/۴۱۶ بحوالہ حیاۃ الصحابہ ۲/۲۲۳)

ایک دفعہ پانچ سو اونٹ مجاہدین کی خدمت میں پیش کیے۔

(تاریخ ابن کثیر ۷/۳۱۳)

قومی چندوں میں دو مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار نقد پیش کیے۔

(اسد الغابۃ ۳/ ۳۱۷ بحوالہ سیرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ: ۶۰)

ایک دفعہ آپ نے ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو فروخت کی، اور تمام دینار غربا اور مساکین میں تقسیم کیے۔

(طبقات ابن سعد بحوالہ سیرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۶۱)

جب آپ رضی اللہ عنہ اس دنیا سے رخصت ہونے لگے تو وصیت فرمائی کہ: جنگِ بدر کے تمام اصحاب کو جو حیات ہیں چار چار سو دینار بطور ہدیہ کے پیش کرو، اس وقت سو سے زیادہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم حیات تھے۔ (ابن کثیر ۷/ ۳۱۵)

بدری صحابہ رضی اللہ عنہم سے فارغ ہونے کے بعد ارشاد فرمایا کہ: اب پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں دے دیے جائیں، چناں چہ اسی وقت تقسیم کر دیے گئے۔ (تاریخ ابن کثیر ۷/ ۳۱۴)

اتنے صدقے اور خیرات کے بعد جب آپ کی جائیداد ورثا میں تقسیم کی گئی، تو آپ کی بیویوں کو آٹھویں حصہ میں اَسّی اَسّی ہزار دینار آئے۔

(تاریخ ابن کثیر ۷/ ۳۱۵)

خشیتِ الٰہی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے بلا واسطہ سن چکے تھے کہ: آپ نے بلا کسی شرط کے فرمایا: عبد الرحمن فی الجنة اور آپ اس مبارک غزوہ میں

بھی شریک تھے جس کے متعلق حدیثِ قدسی میں حق تعالیٰ شانہ کا فرمان ہے: قد غفرت لکم فاعملوا ما شئتم سرکارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرما چکے تھے کہ: عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نیک ہے، صابر ہے اور سچے ہے۔ (تحفۃ الالمعی ۳۸۱/۸)

اس کے باوجود بھی خشیتِ الٰہی کا یہ عالم تھا کہ ایک گھڑی کے لیے بھی اپنے خاتمہ سے بے خوف نہیں تھے۔ خوفِ خدا کے باعث دنیا کا ہر ایک واقعہ آپ کے لیے مرقعِ عبرت ہو جاتا تھا۔

آپ کے پوتے سعد بیان کرتے ہیں کہ: ایک دفعہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ روزہ سے تھے، شام کے وقت کھانا سامنے آیا تو مسلمانوں کا گذشتہ فقرو فاقہ یاد آیا، اور رفیقوں کی یاد نے ایسا بے چین کیا کہ آپ زار وقطار رونے لگے اور کہنے لگے: حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے، وہ شہید ہوئے، کفن میں صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپایا جاتا تو پاؤں کھل جاتے، اور پاؤں چھپایا جاتا تو سر کھل جاتا؛ لیکن اب دنیا ہمارے لیے کشادہ ہوگئی ہے، اور ہمیں اس قدر دنیوی نعمتیں مرحمت کی گئیں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ہماری نیکیوں کا معاوضہ دنیا ہی میں نہ دیا جارہا ہو۔ اس طرح کی باتیں کرکر کے اتنا روئے کہ کھانا بھی نہ کھا سکے۔

(بخاری، باب غزوۂ احد، ص ۵۷۹ بحوالہ تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۴۸)

رقتِ قلب

خوفِ خدا کا یہ اثر تھا کہ قرآن شریف پڑھتے وقت آپ پر ایک خاص

رقت طاری ہوتی تھی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے کسی کو نہیں دیکھا کہ قرآن شریف پڑھتے وقت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی طرح اس کے بھی رونگٹے کھڑے ہوتے ہو۔ (تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۴۸)

آپ رضی اللہ عنہ فرطِ خشیت سے طواف میں دعا فرماتے تھے: اللھم قنی شح نفسی اے اللہ! مجھے نفسانی طمع سے محفوظ رکھیو۔ (تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۴۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آپ رضی اللہ عنہ کو دعائیں دینا

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے تو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو بھوک سے روتے ہوئے دیکھا، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان صاحبزادوں کے رونے سے ملال ہوا، اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ روٹی اور سالن لے کر آئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دعا دی اور فرمایا: کفاک اللہ امر دنیاک فاما اخر تک فانا لھا ضامن (خدا تعالیٰ تمہارے دنیوی امور کی کفایت کرے، باقی رہا قصۂ آخرت تو میں اس کا ضامن ہوں۔ (ابن عساکر ۵/۳۶۱ بحوالہ تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۶۵)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے لیے برکت کی دعا فرمائی، اس کے بعد بعض اصحاب کے لیے مخصوص دعائیں کیں، چناں چہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لیے اللھم وقر عبدالرحمن فرمایا۔ (ابن عساکر ۳/۱۰ بحوالہ تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۶۶)

ایک مرتبہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ایک فوجی دستہ بھیجنا چاہتا ہوں اس کے لیے مالی تعاون پیش کرو، یہ سن کر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ دو ہزار درہم

لے آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو ہزار میں اللہ کو قرض دے رہا ہوں اور باقی دو ہزار اپنے اہل وعیال کے لیے چھوڑے ہیں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو دعا دی: بارک اللّٰہ لک فیما اعطیت وبارک اللّٰہ لک فیما ترکت۔ (جو کچھ تم نے دیا اس میں اللہ تعالیٰ تم کو برکت دے، اور جو کچھ تم نے بچوں کے لیے چھوڑا اس میں بھی اللہ تعالیٰ تم کو برکت سے نوازے)۔

(زندگیاں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ۳۱۸)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ازواج سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: میرے بعد جو شخص تم لوگوں کا محافظ ہوگا وہ صادق اور نیکو کار ہوگا، اے اللہ! عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو سلسبیل جنت سے سیراب کر۔

(طبقات ابن سعد ۳/ ۲۳۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرما رہے تھے: بارک اللّٰہ لک فی مالک وخفف علیک حسابک یوم القیامۃ اللہ تمھارے مال میں برکت دے اور قیامت کے دن تم پر حساب ہلکا کرے۔ (الریاض النضرۃ ۲/ ۳۸۴)

علمی کمالات

آپ رضی اللہ عنہ کے علمی کمال کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ (زندگیاں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی ۳۱۵)

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو ضرورتِ علمی کا اس قدر احساس تھا کہ بہت کم لوگوں کو ہوگا، حصولِ علم سے آپ رضی اللہ عنہ کی طبیعت کبھی سیر نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی ذات علم کا مخزن تھی۔ کسی کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہ کو دریافت ہوجاتا کہ وہ فلاں مسئلہ میں حدیث جانتا ہے یا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی عمل کا مشاہدہ کیا ہے، تو خواہ اس کی علمی قابلیت کیسی ہی ہوتی، آپ رضی اللہ عنہ اس کی خدمت میں طالبانہ حیثیت سے جاتے، اور جو کچھ وہ جانتا ہے اس سے سیکھتے۔

آپ کے اسی شغفِ علمی کا نتیجہ تھا کہ تجارت اور زراعت کی مشغولی کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ نبی رضی اللہ عنہ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اتنی ساری حدیثیں روایت فرمائی ہیں، کہ مستقل ایک کتاب ''مسند عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ'' مدوّن ہوئی، (جس کو ابوالعباس احمد بن محمد بغدادی المتوفی ۲۸۰ھ نے تالیف کی)۔ جس کی چند جھلکیاں حسب ذیل ہیں:

عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان المسلم فی ذمۃ اللّٰہ منذ ولدتہ امہ الی ان نقوم بین یدی ربہ تبارک وتعالی بشھادۃ ان لا الہ الا اللّٰہ، کتب لہ براءۃ من اللّٰہ: حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مسلمان خدا کی پناہ میں اپنی پیدائش کے وقت سے اس وقت تک رہتا ہے کہ وہ خدا کے سامنے حاضر ہو اور اللہ کی ملاقات کے وقت، لا الہ الا اللہ کی شہادت دے دے تو خدا کی طرف سے اس کو

برأت نامہ لکھ کر دے دیا جاتا ہے۔

(مجمع الزوائد کتاب الایمان بحوالہ تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ص ۱۷۲)

عن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: ان اللہ وملائکتہ یصلون علی الصف الاول: **حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی اور اس کے فرشتے پہلی صف پر رحمت نازل کرتے ہیں۔** (ابن ماجۃ فضل الصّف المقدم بحوالہ تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ :۱۷۸)

عن عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال: صلاۃ الھجھیر مثل صلاۃ اللیل: **حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: آفتاب ڈھل جانے کے بعد کی نماز تہجد کی نماز کے مثل ہے۔** (مجمع الزوائد الطبرانی فی الکبیر بحوالہ تذکرہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ص ۱۸۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بہت کم عمر تھے؛ لیکن بایں ہمہ ذی علم، ذہین اور دانش مند ہونے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ باوجود اپنے فضل وکمال، جلالتِ قدر اور منزلتِ علمی کے خود ان کے پاس تشریف لے جاتے، اور جو حدیثیں ان کو ایسی یاد ہوتیں جن سے آپ رضی اللہ عنہ خود بے خبر ہوتے تو ان سے سیکھ لیتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ: مجھ سے مہاجرین کے چند شخص پڑھتے تھے، جن میں عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (بخاری کتاب الجہاد بحوالہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے کارنامے: ۳۸۴)

خلافتِ صدیقی میں جب رسول اللہ کی وراثت کا مسئلہ چھڑا تو آپ رضی اللہ عنہ نے

بلند آہنگی کے ساتھ اس حدیث کی تصدیق کی، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متروکہ میں وراثت نہیں ہے۔ (سیر الصحابہ ۲/ ۱۲۸)

اسی طرح حضرت عمرؓ کے عہدِ حکومت میں ایران فتح ہوا تو مجوسیوں کا مسئلہ پیش آیا، اور حضرت عمرؓ کو فکر دامن گیر ہوئی کہ آتش پرستوں کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے؟ تو اس وقت حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے ہی اس مسئلہ کو حل کیا اور فرمایا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ اہلِ کتاب کی روش اختیار کی تھی اور انہیں ذمی قرار دیا تھا۔ (کتاب الخراج ۷۴۔ سیر الصحابہ ۲/ ۱۲۸)

۱۸ھ میں عمواس میں طاعون پھیلا تو حضرت عمرؓ نے صحابۂ کرامؓ کو بلا کر دریافت کیا کہ: طاعون والی جگہ سے ہٹنا کیسا ہے؟ تو کوئی قطعی جواب نہ دے سکا؟ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اس وقت موجود نہ تھے؛ لیکن جب انہیں خبر ملی تو انہوں نے حاضر ہو کر کہا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ: جہاں طاعون ہو وہاں نہ جاؤ، اور اگر تم پہلے سے طاعون زدہ علاقہ میں ہو تو وہاں سے نہ ہٹو۔

(سیر الصحابہ ۲/ ۱۲۸)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس شخص کو حکم دیتے ہوئے سنا جو یہ بھول گیا ہو کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں؟ تو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: واللہ! مجھے تو نہیں معلوم، اے امیر المؤمنین! آپ نے بھی نہیں سنا؟ آپؓ نے فرمایا کہ: نہیں، اسی دوران

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور فرمایا؛ تم کس الجھن میں ہو؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو بتلایا، تب آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے اس مسئلہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم سنا ہے، چناں چہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ تو ہمارے درمیان عمدہ انصاف کرنے والے ہو، آپ رضی اللہ عنہ نے کیا سنا؟ تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اذا سھا احدکم فی صلاتہ حتی لایدری ازاد ام نقص فان کان شک فی الواحدۃ والثنتین فلیجعلھا واحدۃ و اذا شک فی الثنتین او الثلاث فلیجعلھا ثنتین واذا شک فی الثلاث والاربع فلیجعلھا ثلاثا حتی تکون الوھم فی الزیادۃ ثم یسجد سجدتین وھو جالس قبل ان یسلم ثم یسلم. اگر تم میں سے کوئی شخص یہ بھول جائے کہ اس نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں تو اگر وہ شک پہلی اور دوسری رکعت میں ہو تو اس کے لیے مناسب ہے کہ وہ پہلی رکعت تسلیم کرے، اور اگر اس کو شک ہو دوسری اور تیسری رکعت میں تو وہ اس کو دوسری تسلیم کرے، اور اگر شک ہو تیسری اور چوتھی رکعت میں تو اس کو تیسری تسلیم کرے؛ تاکہ زیادتی میں وہم ہو جائے اور کم میں یقین ہو جائے، پھر تشہد میں بیٹھ کر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے اور سلام پھیر دے۔ (بخاری: ٦٢٢)

عہدِ صدیقی، عہدِ فاروقی اور عہدِ عثمانی؛ تینوں عہدوں میں آپ رضی اللہ عنہ کے متعلق افتا کی خدمت رہی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم مسائل میں آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیتے تھے۔

(تذکرہ عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ ۵۲)

الغرض! حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی ایک ایک ادا کو دیکھیے! ان کی زندگی کے ہر نشیب وفراز کو دیکھیے! مکی زندگی کے مظالم دیکھیے، بدر اور احد کی قربانی دیکھیے، میدان جہاد میں لڑتے دیکھیے، شہادت کے شوق فراواں کو دیکھیے، مسجد کی خلوتوں میں آنسو بہاتے دیکھیے، آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جان و مال نچھاور کرتے دیکھیے، ان کے معاملات اور لین دین کو دیکھیے، زمانۂ خلافتِ راشدہ میں آپ کا کردار دیکھیے!!!۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ: ہم بھی اللہ تعالیٰ کے پیارے بن جائیں، فرشتے ہماری مدد کے لیے اتریں، ہمارے گھروں میں رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، ہمیں حوضِ کوثر کا پانی نصیب ہو، ہمیں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو تو ہم پر لازم ہے کہ ہم ان کی اتباع کریں، ان کی پیروی کریں، ان کے نقش قدم پر چلیں۔

وہ ابن عوف جو خوف وخشیت میں مثالی تھے
جو یکتائے زمانہ تھے کمالی تھے جمالی تھے
جو پختہ رائے تھے اور صلح جو تھے اورفاضل تھے
بڑے ہی نیک صالح متقی تھے مرد کامل تھے
امامت کا شرف دوبارہ ابن عوف رضی اللہ عنہ نے پایا
نبی نے جنتی ہونے کا بھی اعلان فرمایا
صحابہ کی جماعت میں وہ عالی شان انسان تھے
نبی کے لاڈلے رب کے دلارے عبد الرحمن تھے

سخاوت، جذبۂ ایثار میں یکتا یگانہ تھے
حقیقت ہے کہ اپنے دور میں رشکِ زمانہ تھے

مراجع ومصادر:

① بخاری ② فتح الباری ③ تحفۃ الالمعی ④ مسند عبدالرحمن بن عوف ⑤ سیرت ابن ہشام ⑥ سیرت احمد مجتبیٰ ⑦ طبقات ابن سعد ⑧ اسد الغابہ ⑨ الریاض النضرۃ الجوہرۃ فی نسب النبی وأصحابہ العشرۃ ⑩ تاریخ ابن کثیر ⑪ تاریخ ابن خلدون ⑫ صورمن حیاۃ الصحابہ ⑬ فضائل الصحابۃ ⑭ سیر الصحابۃ ⑮ حیاۃ الصحابہ ⑯ تاریخ اسلام ⑰ اصحاب رسول اور ان کے کارنامے ⑱ زندگیاں صحابہ کی ⑲ جنگ بدر کے ۳۱۳ مجاہد ⑳ سیرت عبدالرحمن بن عوف ㉑ تذکرۂ عبدالرحمن بن عوف۔